Vol. 7 No.1 2024

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

ڈاکٹر منزہ احتشام کے افسانوں میں تہذیبی و ثقافتی عناصر۔۔۔ تجزیاتی مطالعہ

Civilization and Cultural Elements in Dr. Manazza Ehtsham's Fictions. Analytical study

سعدیہ ثناءاللہ

ایم۔فل اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

وسیم ارشد

معاون شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

Civilization and culture have a close relationship with man. Man and civilization and culture are inseparable. Civilization and culture do not exist without man. Thus, man is also incomplete without civilization and culture, but man deserves to be called human. No, because this is the thing that separates it from the rest of the creatures and gives it the status of Ashraf al-Makhluqat. They seem to represent culture. Dr Manazza Ehtsham represents civilization and culture in her fiction in a very good way because she is also related to the rural area and especially in villages, civilization and culture and traditions are considered inseparable.

Keyword:

تہذیب و ثقافت، اقدار و روایات، مذہبی تشخص، تصوف، جنسیت

منزہ احتشام گوندل اردو فکشن کے معماروں میں ایک عمدہ اضافہ ہے ان کی تحریروں میں کئی جہاں اپنی پوری آب و تاب و توانائی کے ساتھ نظر آتے ہیں ان کے ہیں اور گہری سوچ اور عمیق نظری ملتی ہے۔ منزہ احتشام کے افسانے بہت سے موضوعات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ موضوعاتی تنوع کے پیش نظر انسان کے افسانوں کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے تاکہ ان کے افسانوں کی فکر کو پورے طور پر واضح طور پہ سمجھا جاسکے۔

تہذیب کا لفظ انتظار پر شاعری اور نرمی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لغت میں اس کے معنی درخت کی تراش خراش کے ہیں۔ تہذیب عربی الاصل ہے جس کا مادہ ھذب سے نکلا ہے۔ سبط حسین ''تہذیب'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> ''تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں کسی پودے کو کاٹنا، چھانٹنا اور تراشنا۔ تاکہ اس میں نئی شاخ نکلے اور نئی کونپلیں پھوٹے۔ فارسی میں تہذیب کے معنی آراستن پراستن پاک و درست کردن۔ اصطلاح نمودن ہیں۔ ''(1)

اردو میں تہذیب کا لفظ عام طور پر شائستگی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اردو میں تہذیب کے معنی شائستگی، لحاظ اور مروت کے ہیں۔ لفظ تہذیب کا ہم معنی یا مترادف سمجھا جانے والا لفظ ثقافت ہے۔ ''ثقافت'' بھی عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ '' ثقف'' ہے۔ زبان میں اس کے لیے لفظ کلچر (culture) استعمال ہوتا ہے۔ کلچر یا ثقافت کی تعریف ایچ بی ٹیلر نے یوں کی ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol. 7 No.1 2024

''کلچر علوم و فنون عقائد اور رسومات، اخلاقیات قوانین عادات و اطوار سے مملو وہ طرز زندگی ہے جس کا احتساب انسان معاشرے کے افراد کی حیثیت سے کرتا ہے۔''(2)

تہذیب اور ثقافت کا انسان کے ساتھ گہرا تعلق ہے انسان اور تہذیب و ثقافت لازم و ملزوم ہیں۔ تہذیب و ثقافت کا انسان کے بغیر کوئی وجود نہیں اس طرح انسان بھی تہذیب اور ثقافت سے کنارہ کر کے ادھورا ہے بلکہ انسان انسان کہلانے کا مستحق ہی نہیں اس لیے کہ یہی وہ چیز ہے جسے باقی مخلوقات سے جدا کرتی ہے اور اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کرتی ہے ہے تہذیب و ثقافت کے معنی جان لینے کے بعد ہم منزہ احتشام گوندل کے افسانوں میں دیکھتے ہیں کہ کہ منزہ اپنے افسانوں میں کس طرح تہذیب و ثقافت کی نمائندگی کرتی نظر آتی ہیں۔ ہمارے ہاں عام طور پر یہ رویہ بنایا جاتا ہے کہ لڑکیوں کو گھر سے باہر نہیں نکلنے دیا جاتا خاص کر لڑکیوں کو جن کے بلوغت کے آثار نمایاں ہو جائیں۔ مائیں اور گھر کی بڑی خواتین لڑکیوں پر کڑی نظر رکھتی ہیں:

''امی اس لڑکی نے کیا کیا تھا؟

وہ گھر سے باہر نکلی تھی دوپہر کو یہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔

دوپہر کو گھر سے باہر نکلنا اتنا بڑا گناہ ہے ماں چپ رہی۔۔۔۔۔۔۔

اب دوپہر کو گھر سے باہر نکل کر جو لائی کی شفیق گرم اور سحر خیز لہروں کی جھلمل جسے ہم سمجھتے تھے کہ گیدڑوں نے تنور گرم کر رکھا ہے۔اس دھوپ میں کچے امرود توڑنے، بیر چننے اور خالی پڑی ہل چلی زمینوں کے اندر ''ٹیٹری'' کے انڈے تلاش کرنے کی عیاشی سے محروم ہو گئے۔ زندگی جو دور دور تک پھیلے درختوں پودوں جڑی بوٹیوں سے بھی آگے پھیلی ہوئی تھی وہ گھر کے پچھواڑے کی ٹھنڈی چھاؤں پر سٹاپو کھیلنے تک محدود رہ گئی۔اور پھر ہم یہ سٹاپو کھیلتے کھیلتے اکتا گئے ۔''(3)

منزہ احتشام اپنے افسانوں میں تہذیب و ثقافت کی بڑی عمدہ طریقے سے نمائندگی کرتی ہیں کیوں کہ ان کا اپنا تعلق بھی دیہاتی علاقے سے ہے اور دیہات میں خاص کر تہذیب و ثقافت اور روایات کو لازم و ملزوم سمجھا جاتا ہے۔ بعض لوگ تو شدت کی حد تک ان خیالات کو حیات تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کا ذاتی مشاہدہ بڑی گہرائی اور گیرائی کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ منزہ احتشام گوندل نے ''کمرے سے کمرے تک'' اور ''غلام بن ت غلام'' اور ''خانے اور خوف'' میں اس کی بڑی خوبصورتی سے نمائندگی کی ہے۔انھوں نے ''آئینہ گر'' اور ''کہانی کا اخری کنارہ'' کے بعض افسانوں میں ہمارے سماج کی زبان، رسومات، لباس، ہنر، مذہب، کھانوں اور شادی بیاہ کی رسومات وغیرہ کا ذکر نہایت دل چسپ اور بھرپور انداز سے کیا ہے۔ منزہ اپنے افسانوں میں سماج میں رہتی ہوں غریب گھرانوں کی لڑکیوں کا حال بیان کرتی ہیں جو باتیں جٹی، اچھی، گجری، نگو، آرائین ،گلابی، اور پٹھانو جیسے الگ الگ ناموں سے پکاری جاتی ہیں لیکن اپنی پوری حیاتی ایک ہی جیسے گندے طریقے سے گزارتی ہیں ان کی جوانی بہت ہی کم مدت کی ہوتی ہے۔ میں یہ سوچ کر حیران ہوتی تھی بہت دفعہ میں سوچتی کہ پٹھانو انسانی آزادی اور عظمت کے حوالے سے مجھ سے کہیں بہتر تھی پرانی حویلی کے جنگلے کے اوپر بنے چھجے پر بیٹھی کبوتری کو دیکھ کر مجھے اپنا اور پٹھانوں کا تعلق یاد آ گیا میں اس پرانی حویلی کی طرح تھی پٹھانوں کبوتری تھی۔ مسکراہٹ نے میرے لبوں کو وا کر دیا مگر اندر کہیں بے بسی دکھ اور غلامی کا احساس کا زہر بھر گیا کبوتر پڑھا کر اڑ گئی حویلی جہاں تھی وہیں کی وہیں رہ گئی:

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

"پٹھانو غلام بنت غلام تھی تھی!!!!!

آزاد بنت آزاد تھی!!!!!

اصل غلام کون تھا اصل آزاد کون ۔"

اس افسانے میں منزہ بتاتی ہیں کہ وہ لوگ جو صرف ایک ہی خاندان کے ساتھ مخلص اور طاق رہتے ہیں۔ وہ اس خاندان اور بار کی مٹی کو چھوڑ کر کہیں اور جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ ملکوں اور وڈیروں اور چودھریوں کے جوتے اٹھاتے گالیاں کھاتے دھرتی کے کیڑے بنے اس دھرتی کے پیٹ سے ہی چمٹے رہتے ہیں:

"وقت کے جبر نے کس پراپیگنڈے کے اندر رکھ کر ہمارے تانے بانے بنے تھے۔ آزادی کے نام پر ہماری نسلوں کے جرثوموں کو پرانی حویلی کی طرح زمین کے ساتھ جکڑ دیا تھا۔ غلام کر دیا تھا۔ اور جو نام نہاد غلام کہلائے وہ کس قدر آزاد تھے ، کس قدر۔۔۔ "(4)

منزہ احتشام گوندل کے افسانے ایک تاریخی گیلری کی مانند ہیں۔ جس میں ہم اپنی تہذیبی و ثقافتی اقدار و روایات اور سیاسی معاملات کو مکمل جزئیات کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں۔

منزہ احتشام کے افسانوں میں سماجی عناصر کا جائزہ لینے سے پہلے اس بات کا تعین کرنا ضروری ہے کہ سماج کیا ہے؟ اور ادب اور سماج کا کیا تعلق ہے؟ سماج کیا ہے یہ ایک وسیع و عریض موضوع ہے۔

سماج ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں معاشرے جو دراصل عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں اکٹھا رہنا یا ایک جگہ رہنے کی جگہ، انگریزی میں اس کے لیے لفظ سوسائٹی (society) استعمال ہوتا ہے اردو کی لغت میں سماج کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی گئی ہے:

" مل جل کر رہنا، مل جول، زندگی گزارنا"

شان الحق حقی میں فرہنگِ تلفظ میں درج ذیل الفاظ میں سماج کی وضاحت کی ہے :

"طریق زندگی، ساتھ مل کر رہنا۔ "(5)

انسان کو معاشرتی حیوان کہا جاتا ہے وہ اپنے سماج میں موجود لوگوں سے رشتے ناطے جوڑنے کی وجہ سے بندھا ہوا ہے۔ یہ رشتے کئی طرح کے ہوتے ہیں مثلاً ماں، باپ ، بھائی بہن، میاں بیوی، ہمسائے، دوست دشمن، استاد شاگرد، کے رشتے ہیں۔ سب رشتوں کے آپس میں میل جول کی وجہ سے سماج تشکیل پاتا ہے۔ آج انسان کو ان طریقوں سے متاثر کرتا رہتا ہے جس طرح سماج کے بغیر انسان کا کوئی وجود نہیں۔ اس طرح انسان کے بغیر سماج کوئی معنی نہیں رکھتا۔ انسان کو سماج میں رہتے ہوئے بے شمار اصول و ضوابط اور تہذیب و ثقافت کا پابند ہونا پڑتا ہے۔ اس کے لیے وہ سو سو طرح کے جتن کرتا ہے۔ سماجی حالات سیاست مذہب اور تہذیب وغیرہ ادب کی بنیاد رکھنے میں معاون ہوتے ہیں ۔ ادب میں زندگی اپنی تمام تر رعنائیوں اور سچائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ ادب اور سماج کہ تعلق پر بات کرتے ہوئے پروفیسر آل احمد سرور لکھتے ہیں :

"ادب اور زندگی کا چولی دامن کا ساتھ ہے کوئی بھی ادیب اپنے عہد اور ماحول سے بے نیاز ہو کر اعلیٰ ادب کی تخلیق نہیں کر سکتا۔ وہ سماج کو ترقی کی راہوں پر لے جانے کی کوشش کرتا ہے ۔"(6)

ادب اور سماج کے حوالے سے ڈاکٹر عبارت بریلوی نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے :

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

" ادب میرے خیال میں زندگی تہذیب کلچر کا عکاس ہے۔ ترجمان اور نقاد ہے، میرے خیال میں ادب ایک سماجی عمل ہے ۔"(7)

بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سماج انسانوں کا وہ گروہ ہے جو مل کر اپنے ہی جیسے انسانوں کے ساتھ کچھ اصول وضوابط کی حدود وقیود میں زندگی بسر کرتا ہے۔ منزہ احتشام گوندل کے افسانوں میں پنجاب کے سماج اور دیہاتی کلچر کی نشاندہی کی گئی ہے۔ "کہانی کا آخری کنارہ" اور "آئینہ گر" کے افسانوں میں سماج کے ہر اہم مسئلے پر نظر ڈالی گئی ہے یہ افسانے سماجی اور سیاسی مسائل کی عکاسی بھی کرتے ہیں انھوں نے کہیں پر بھی حقیقی زندگی سے فرار حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی منزہ احتشام گوندل نے اپنے تخیل کو حقیقت سے جوڑ کر ان حقائق کا پتہ لگایا ہے۔ جو قاری کی نظر سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ ان کے ذہن میں واقعات اپنی پوری ترتیب کے ساتھ موجود ہیں۔ ہر واقعہ اپنی باری پر آتا ہے۔ ان کا ایک واضح نقطہ نظر ہے اور اس نقطہ نظر میں گہرائی اور گیرائی شامل ہے۔ جس کے پیچھے ان کا علم، تجربہ مشاہدہ اور باریک بینی ہے۔

"میں جانتی ہوں وہ شخص کا یہی مسئلہ ہے کہ وہ سچ سے گھبراتا ہے اپنی طبیعت اور سہولت کے مطابق بنائی ہوئی تہذیب اور اخلاقیات کے گرم لحاف میں دبکے چوہے۔"(8)

ایک اور جگہ لکھتی ہیں:

"کیا خوش حال عورت خواب نہیں دیکھتی؟ کیا کسی مرد کو اپنے پہلو میں سوئی بیوی کے باوجود دوسری عورت کے خواب نہیں آتے کیا اس وقت ہم اپنے نعمت خانے میں بیٹھی اپنے بچوں کے لیے کھانا پکاتی عورت اپنے مرد کے علاوہ کسی دوسرے مرد کے بارے میں نہیں سوچ رہی؟ کیا خوابوں کی کوئی اخلاقیات بھی ہے؟ تم کہو گی کہ خوابوں کی کوئی اصول نہیں ہوتے۔ تم ٹھیک کہو گی، میں پہلے ہی تمہارے اس خیال سے متفق ہوں ہم جو جاگتی آنکھوں سے غیر منظم لوگ ہیں خوابوں میں ملاقات پر اتنا زور کیوں دیتے ہیں؟ اور اس سماج میں رہتے ہوئے اپنے مستقبل کا تعین کیسے کر لیتے ہیں؟

دنیا میں کونسا ایسا معاشرہ ہے جو اخلاقی برتری پر سپر پاور کہلاتا ہو؟ کوئی بھی نہیں بلکہ اصل کی افراط ہی وہ بنیادی شرط ہے ۔ جس کی بنا پر سوپر پاور کا خطاب ملتا ہے برتری اور کمتری بلندی اور پستی کے یہ معیار عطا فرمائے اور موت کے ساتھ جڑے ہیں۔"(9)

منزہ احتشام کے افسانوں میں سماجی مذہبی تہذیبی و ثقافتی اور سیاسی عناصر پر قلم فرسائی کی گئی ہے۔ وہ پاکستان میں موجودہ سیاسی اور جاگیر دارانہ نظام کے خلاف سراپا احتجاج نظر آتی ہیں ہیں جہاں ایک طرف ایک سیاسی لیڈر تصویر کشی کی تصویر کشی کرتی ہیں ساتھ ہی انھوں نے اپنے افسانوں میں پاکستانی معاشرے کے سیاسی اور جاگیر دارانہ نظام کا محاکمہ بھی کرتی ہیں۔ اُن کے افسانوں میں سیاسی اور جاگیر دارانہ زندگی کی ایسی تصویر ہے جس میں مسائل اپنی تمام تر جزئیات سمیت موجود ہیں:

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

''جی میں غیاث احمد چیمہ اس وقت بھی ممبر آف قومی اسمبلی ہوں میرے والد سراج احمد چیمہ حلقہ این اے 46 سے چار مرتبہ ایم این اے منتخب ہوئے۔ دو مرتبہ انھوں نے کابینہ کا انتخاب جیتا۔ میرے دادا صدر الدین چیمہ علاقے کے رائیس تھے۔ قیام پاکستان کے وقت قائد اعظم کے قریبی ساتھیوں میں رہے۔ میرے تایا پاکستان کے پارلیمانی سیکرٹری رہے ہیں پاکستان سپریم کورٹ کے اٹارنی رہے میرے ہم زلف چودھری عمر عطااللہ سنگرانی کمبوڈیا مالٹا اور سوڈان میں میں پاکستان کے سفیر رہے ہیں میرے صاحبزادے بھی سیاست میں آنے کے لیے تیار ہیں۔ ''(10)

ڈاکٹر منزہ لکھنے کے فن سے بخوبی واقف ہیں انھوں نے پاکستان کے سیاسی حالات کو اس قدر شاندار اور تیکھے انداز میں قلم بند کیا ہے کہ ہمارے سامنے ایک فلم چلنے لگتی ہے۔ کس طرح لوگ نسل در نسل سیاست کو اپنا ہی حق سمجھتے ہیں اور اپنی ہی جاگیر سمجھ کر اس دھندے کو چلاتے رہتے ہیں۔ اپنے بعض افسانوں میں وہ نا صرف ملکی سطح پر بھی اُجاگر کرتی نظر آتی ہیں وہ اس کے نئے در وا کرتی ہیں جس سے قاری کی پرانی اور سوچ میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔ اور کیا آپ نے اور قاری اپنے نظام سے متعلق سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

بعض لوگوں کا اعتراض ہوتا ہے کہ افسانوں کو مرد اور عورت کے خانوں میں کیوں تقسیم کیا جاتا ہے یہ تقسیم حق بجانب تو نہیں ہے تاہم اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عورت کی حسیات اور مرد کی حسیات میں بہر حال فرق ہوتا ہے اور اس کی نسائی حسیت کی اپنی انفرادیت اور خصوصیت تو ہوتی ہی ہے۔ ایک مخصوص قسم کا سوز و گداز وہ نعمت ہے جو اوروں کے پاس نہیں ہوتا۔ اس روشنی میں کل کی عورت اور آج کی عورت کو پرکھا جا سکتا ہے اور کل کے افسانوں اور آج کے افسانوں کو بھی اور یہی نہیں بلکہ عورتوں کے ذریعہ خلق کئے گئے، مرد کرداروں کو بھی ان کے توسط سے۔ حیات و معاشرے کو بھی، کیوں کہ یہ سچ ہے کہ آج کی خواتین کے افسانوں میں صرف عورتوں اور گھر نہیں ہے بلکہ بازار، دفتر، سیاست، فرقہ واریت وغیرہ سب کچھ ہے۔

مذہب کا انسانی زندگی کے ساتھ گہرا تعلق ہے انسان نے جب سے دھرتی پر قدم رکھا اس اپنے رہن سہن کے قابل بننے کے لیے اصولوں پہ عمل پیرا ہونا پڑا۔ یعنی تب سے ہی اپنے اپنے ریت رواج کے مطابق کسی بر گزیدہ ہستی کو اپنا دیوتا مان کر اس کے سامنے سر بسجود ہونا اور منتیں مرادیں مانگنا شروع کر دیا تھا انسانوں کا یہی طرز عمل اور خاصیت مذہب ہے مذہب کے لیے اردو میں لفظ دین جب کہ انگریزی میں Religion لفظ مستعمل ہے مذہب کی کوئی ایک جامع اور مکمل تعریف نہیں ملتی۔ مذہب سے مراد محض پوجا پاٹ یا منتیں مرادیں مانگنا نہیں بلکہ زندگی گزارنے کا مکمل طریقہ کار ہے نور اللغات میں مذہب کی تعریف یوں کی گئی ہے :

''مذہب کا لغوی معنی راستہ راہ یا طریقہ ہے۔ اس کی جمع مذاہب، مذکر مجازا، دین، آئین، ایمان اور عقیدہ۔''(11)

ڈاکٹر منزہ کے افسانوں میں میں مذہبی حوالے سے لاعلمی جہالت اور ضعیف الاعتقادی کا ذکر ملتا ہے۔ منزہ نے گاؤں میں پائی جانے والی جہالت کو واضح طور پر نشانہ بنایا وہ بھی شاید ہی نہیں آتا ہوں نماز روزہ اور دین دوسرے دینی ارکان سے تو وہ قطعی لاعلم لوگ، ڈھونگی، پیر بن کر لوگوں کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر انھیں عقیدت پر مجبور کرتے ہیں۔ منزہ نے اپنے افسانوں میں قدیم باسی انتہائی قوم پرست اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کا دینی علم محض درس گاہوں اور مزاروں پر حاضری دینے اور ماتھا ٹیکنے تک ہی محدود ہے۔ ''مردان شاہ'' کے ''سید مطلوب شاہ'' جیسے ڈھونگی کی دعا کو قبولیت کے لیے ضروری سمجھا جاتا۔ کیسے ہی فنکاری کے ساتھ وہ برسوں کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر نکل آتا۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol. 7 No.1 2024

''پاکھنڈی کہیں کا ڈھونگ باز''

اونچے شملے والے نے گہرا سانس کھینچا۔

خوشی کے دیے خاموشی کے لیے اٹھائے وہ تینوں آگے پیچھے مطلوب شاہ کے تہہ خانے کی سیڑھیاں اترتے جو عوام الناس کی نظروں میں قبر تھی کیوں کہ اس سے قبل یہ مشہور کیا گیا تھا شام کے سمجھدیاں اٹھائے سلامت مستری آگے تھا اب پہلا تب آخری۔۔۔ سلامت نے دروازہ کھول دیا دروازہ بند کرتے سمے جن بازوؤں کے پٹھے پلاسٹک کے رسے کی طرح گھتم گھتا کسے ہوئے تھے مگر اب کھولتے سمے طنابیں ڈھیلی پڑ گئی تھیں۔ دروازہ کھلا تو تینوں ایک دم پیچھے کی طرف ہٹے۔ 35 سال سے بند زندہ انسانی جسم کی موجودگی نے نہ جانے کون کون سی گیسوں کو جنم دیا تھا۔

اور پھر سید مطلوب شاہ ان کے سامنے تھا۔

چارپائی پہ دم سادھے چت لیٹا ہوا۔

زندہ یا مردہ_____ بعد از قیاس

پاکھنڈی، ڈرامے باز

"''س ڈونگی نے پہلی بار پانچ دن کی دم کشی کی" اونچے شملے والے کی آواز ابھری۔ میں اس سے عمر میں چھوٹا ہوں مگر ہم دونوں مل کر ایک ہندو گیانی سے سیکھ رہے تھے جو چالیس چالیس دن تک سانس روکے قبر میں پڑا رہتا تھا اور پھر باہر نکل آتا اور عقیدتیں اور پیسے بٹورتا۔ ''(12)

منزہ درگاہ کا حال بیان کرتی ہیں کہ جہاں پر یہ ضعیف الاعتقاد لوگ چڑھاوے لے کر پہنچتے ہیں۔ پیروں کی خدمت میں نذرانے کے طور پر صرف نوٹ ہی پیش نہیں کئے جاتے بلکہ بہت سی قربانیاں یہاں تک کہ بیٹیاں تک بھی نظر ہو جاتی ہیں۔ یہ نذرانہ دینے والے ہر طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور حال یہ ہے کہ یہ لوگ بڑی فنکاری کے ساتھ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔ غریب اور ان پڑھ لوگوں کو پاگل بناتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے افسانہ ''دم کشی'' میں لوگوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا پردہ فاش کرتی ہیں۔ ان نام نہاد پیر خانوں میں ہونے والے ہونے والے ڈوھنگ کا پردہ فاش کرتی ہیں۔ منزہ احتشام گوندل نے عمدہ زبان و بیان اور دلکش اسلوب سے اپنے افسانوں کی دلاویزی اور تاثیر میں اضافہ کیا ہے ان کے سامنے کا ایک واضح مقصد ہے وہ غیر محسوس طریقے سے دلوں پر راج کرنے کا فن جانتی ہیں۔ انھوں نے بڑی ہوشیاری سے اپنے فکر اور فلسفے کو الفاظ کے قالب میں ڈھال کر کے اذہان میں منتقل کر دیا ہے۔ منزہ کا اسلوب سادہ عام فہم ہے۔ ان کی کامیابی کا انحصار ان کے عنوان پر ہے ان کے افسانے کا عنوان دیکھتے ہی قاری آغاز سے اختتام تک پڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

منزہ کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے چھوٹے سے چھوٹے، عام اور معمولی موضوعات کو بھی اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ لیکن ان کے غیر معمولی واقعات بھی انھوں نے اس دلکش انداز میں بیان کیے کہ ان کے غیر معمولی واقعات بھی معمولی اور اہم لگنے لگتے ہیں۔ ان کے افسانوں کے موضوعات کو کوئی عنوان دینے کی کوشش کی جائے تو وہ ناممکن ہے۔ ظاہری بات ہے کوئی ادیب افسانہ نگار کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس کا تعلق اپنی زمین سے رہتا ہے۔ سید وقار عظیم اس بارے میں لکھتے ہیں:

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

''افسانہ نگار اپنے افسانے کی بنیاد زندگی کے گوناگوں واقعات میں سے کسی ایک پر رکھتا ہے کوئی ایک واقعہ کو ایک موقع محل کو یہ خیال کوئی ایک جذبہ کوئی جذباتی یا نفسیاتی تحریک انصاف انگار کے ذہن میں ایک موضوع پیدا کرتی ہے اس ان کا خاص موضوع کو پھیلا کر اس کا ایک ڈھانچہ تیار کرتا ہے۔''(13)

فکری لحاظ سے منزہ احتشام کے افسانوں کا جائزہ لیا جائے تو انسان کی نفسیاتی کیفیت ان کا نمایاں موضوع ہے۔انھوں نے ایک انسانی کیفیات کے مختلف پہلوؤں کو کئی رنگوں میں پیش کیا ہے۔اس کے علاوہ عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کو بھی نمایاں کرتی نظر آتی ہیں۔ان کے افسانوں میں مرد اور عورت دونوں کی نفسیات اور رومانوی تعلق میں جنس کی کارفرمائی نمایاں نظر آتی ہے اور جنسی خواہشات انسانی فطرت ہی ہے لیکن ہم ایسے معاشرے کا حصہ ہیں جہاں جنس کا ذکر کرنا نام نہاد شرافت کے معیار کے خلاف ہے۔اس کے علاوہ منزہ احتشام کے افسانوں میں سماجی معاشی سیاسی اور مذہبی پہلوؤں کو دکھایا گیا ہے لیکن ایسا ہر گز نہیں کہ انھوں نے اپنے افسانوں میں معاشرتی حقیقت سے چشم پوشی کی ہے۔منزہ احتشام نے جنس کو انسان کی ضرورت قرار دیا ہے تاہم جس طرح انسان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ حلال رزق کھائے۔اس طرح فطری اور پاکیزگی کے ساتھ جنسی روایات بھی پوری کرنے کی ترغیب دی ہے۔انھوں نے اپنے افسانوں میں انسانوں کی گمراہی کی کہانیاں سنا کر کر واضح کیا ہے کہ اگر انسان راہ راست سے بھٹک جائے تو کس حد تک گر جاتا ہے۔ ''آخری خواہش'' کے مولوی عبدالکریم جیسے معاشرے میں کس طرح بدمزگی پھیلاتے ہیں۔اس سلسلے میں وہ باطنی طور پر سکون کی دولت سے محروم تو ہیں لیکن دوہارے معیار کے ساتھ لوگوں کو گمراہ بھی کرتے ہیں۔

منزہ احتشام نے اپنے افسانوں کے ذریعے انسانی مسائل کی نشاندہی کی ہے۔نفسیاتی انسانوں کے ذریعے انسانی نفسیات اور مسائل کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ،خاص طور پر ازواجی زندگی میں ان کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کی عکاسی منزہ احتشام کے افسانوں میں ملتی ہے۔منزہ احتشام نے انسانوں کے ذریعہ یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ انسان اگر ٹھنڈے دل کے ساتھ غیر جذباتی انداز میں مسائل کے حل پر توجہ دیں تو بہت سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں ہیں بہت سارے مسائل اور اس نے صرف کام علمی اور جہالت سے پیدا ہوتے ہیں جس سے میاں بیوی کے درمیان جو مقدس رشتہ ہے اس رشتے کی پاکیزگی کو برقرار رکھنے کے لیے مرد اور عورت دونوں کو اپنے حصے کا کردار ادا کرنا ہے۔بحیثیت مجموعی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ منزہ احتشام گوندل اپنے افسانوں میں نظریات،سیاست،مذہب،عقائد،مقصدیت،انسانی نفسیات،رومانیت اور جنس جیسے موضوعات کو اہم جگہ دی ہے جو ان کی کامیاب افسانہ نگاری کی دلیل ہیں۔ان کے ہاں ہر قسم کے موضوعات ملتے ہیں۔انھوں نے یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔زندگی جس قدر رنگا رنگ ہے افسانے کو بھی اتنا ہی رنگا رنگ ہونا چاہیے۔مصنفہ کے فن میں موضوعات کا جو تنوع ہے اس سے ان کی زندگی سے وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔اِن کے افسانوں کی تکنیک اور اُسلوب میں زندگی جیسا تنوع پایا جاتا ہے۔جو اِن کی ہم عصر خواتین افسانہ نگاروں سے ان کو ممتاز کرتا ہے۔کیسے موڑ کی حیثیت اختیار کی جس پر ہم رک کر گزشتہ اور آئندہ کا ادراک کر سکتے ہیں انھوں نے اپنے آگے سے موضوعات اور ترجیح سے جو انفرادیت حاصل کی وہ اصل میں ان کی ذاتی شناخت سے گزر کر خود اُردو افسانے کی شناخت بن گئی ہے۔

مختصراً یہ کہ کتاب کے پیش لفظ سے ہی منزہ کے لہجے کی انفرادیت نظر آنے لگتی ہے وہ اپنے اِرد گرد کے حالات سے کہانیاں لیتی ہیں اور ان کے موضوعات انوکھی یا مافوق الفطرت نہیں ہے اور نہ ہی وہ تصوف یا جنسیت کا تڑکہ لگا کر افسانے کو پختہ کرتی ہیں بلکہ ان کے ہاں افسانہ اپنے رنگ ڈھنگ کے ساتھ اترتا ہے۔منزہ جو دکھ اور ملال محسوس کرتی ہیں جن مسائل پر کڑھتی ہیں ان کا اپنے افسانے میں نہ صرف ذکر کرتی ہیں بلکہ مناسب اور متوقع حل بھی نکالتی ہیں۔ وہ اپنے اطمینان کے مطابق معاشرہ تراش کر دکھاتی ہیں یا پھر معاشرے کو اس کے بدصورتیوں سمیت پیش کرتی ہیں اور فیصلہ قاری پر چھوڑ دیتی ہیں۔آئینہ گر کے افسانے اور رنگ کے افسانے تھے ان کے لکھنے میں ان کا ارتقا صاف نظر آتا ہے وقت اور عمر کے ساتھ ان کا سوچنے کا نظریہ بھی بدلتا دکھائی دے رہا ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ مصنفہ لکیر کی فقیر نہیں بلکہ حالات انھیں تجزیہ، تجربہ تلخی اور نئے ڈھب دے رہے ہیں۔ان کے ہاں صفحات نہیں بھرے گئے بلکہ ان کے مضامین میں تنوع ہے۔وہ حالات سے نظریں نہیں چراتی بلکہ گہری نظر سے جائزہ لیتی ہیں وہ افسانے کے دامن کو کہانی سے بھرتی ہیں موضوعات تشنہ نہیں ہے، وہ جدیدیت کا چرچا نہیں کرتی،موضوعات کو ان کی اصلیت کے ساتھ برت رہی ہیں۔

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

منزہ کے افسانوں میں زبان و بیان کی بہت سی خصوصیات موجود ہیں۔ان کا اسلوب سادہ، سلیس اور روایتی ہے۔جو ایجاز و اختصار کی اچھی مثال ہے۔ہر کہانی میں ایک ربط پایا جاتا ہے جو مصنفہ کی ذہنی و قلبی کیفیت کا عکاس ہے۔منزہ کی کہانی میں جملوں کی بناوٹ زبان و بیان ماحول کے مطابق ہے۔اسی وجہ سے منزہ کے افسانے نہ صرف دل چسپی لیے ہوئے ہیں شناسائی اور معلومات بھی دیتے ہیں، یہی ایک کامیاب افسانہ نگار کی پہچان ہے۔سوالات منزہ احتشام کی کہانی کا خاصہ ہے، تجسس ان کی کہانیوں کا حسن ہے وہ معاشرے کی نباض ہیں۔

حوالہ جات

1۔ شازیہ ارم،اردو سفر نامے میں تہذیبی شعور، مقالہ برائے پی ایچ ڈی اردو،(غیر مطبوعہ) مملوکہ : نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز،اسلام آباد،2014،ص:64
2۔ ایچ۔بی۔ ٹیلرز، قمر رئیس،پروفیسر، ترقی پسند ادب پچاس سالہ سفر، مکتبہ عالیہ،لاہور،1994ء،ص:86
3۔ منزہ احتشام گوندل،آئینہ گر،ص:73
4۔ ایضاً،ص:95
5۔ شان الحق حقی،(مرتبہ)فرہنگ تلفظ(طبع سوم)،راول پنڈی،2017ء،ص:878
6۔ آل احمد سرور، تنقید کیا ہے، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی،1959ء،ص:133
7۔ عبادت بریلوی،ڈاکٹر، تنقیدی زاویے، مکتبہ اُردو بازار،لاہور،1951ء،ص:144
8۔ منزہ احتشام گوندل، کہانی کا آخری کنارہ،مثال پبلشرز،فیصل آباد، جنوری2020ء،ص:73
9۔ ایضاً،ص:63
10۔ ایضاً،ص:125
11۔ نور الحسن نیر، مولوی،نور اللغات،(جلد دوم) نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،2006ء،ص:1500
12۔ منزہ احتشام،آئینہ گر،ص:75
13۔ وقار عظیم،سید، فن افسانہ نگاری،اُردو مرکز، گنپت روڈ،لاہور،1961ء،ص:79